حدیث اور علمِ حدیث

حضرت مولانا لطافت الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ:......اس مضمون میں عنوانِ بالا کے دونوں حصوں پر جو کچھ عرض کرنا ہے، اس میں ایک تو نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مضمون کو عام فہم بنانے کے لیے ہر ممکن کی کوشش کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں بعض علمی اور ضروری باتوں کو بھی مضمون میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز چونکہ مضمون کا زیادہ تر مواد کچھ درسی محفوظات اور مخطوطات سے وابستہ ہے، اس لیے تمام حوالہ جات کی تکمیل نہ ہوسکی تاہم نقول قابلِ وثوق ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ الثقة والتکلان۔

لفظ حدیث کا لغوی معنی:......لفظِ حدیث میں عام طور پر قدیم شراحِ حدیث کا خیال ہے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے یہ لفظ ''حدوث'' سے لیا گیا ہے۔ جو قِدم کی ضد اور مقابل ہے، گویا وحی متلو جو کلام اللہ ہے وہ قدیم ہے اور وحی غیر متلو جو کلام الرسول ہے، وہ حادث ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی اور دیگر شارحین حدیث نے لفظ میں حدوث وقِدم کا تقابل زیرِ نظر رکھا ہے، لیکن حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر جو محدثانہ تحقیق فرمائی ہے(۱)۔ وہ معمولی تغیر واضافہ کے ساتھ حسبِ ذیل ہے:

فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث لغوی معنی کے اعتبار سے ''تحدیث بالنعمۃ'' سے ماخوذ ہے سورۃ الضحیٰ کی آخری آیت کا ایک گونہ اقتباس ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں حضور علیہ السلام پر اپنے چند مکارم وعنایات کو شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یتیم، بظاہر بے آسرا تھے، اللہ نے آپ کو ٹھکانہ دیا، آپ کے پاس مستقل شریعت نہ تھی، اللہ نے آپ کو مکمل شرع ومنہاج عطا فرمایا۔ آپ تنگدست تھے اللہ نے آپ کو غنی کردیا۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے درج بالا تین جلیل القدر نعمتوں کے ردعمل میں گزشتہ ترتیب کو بدل کر حضور علیہ السلام کو تین باتوں کا حکم دیا:

۱۔ یتیم کو غصے نہ ہو، جب کہ تم پر خود یہ حالت گزری ہے۔

۲۔ سائل ومسکین کو نہ ڈانٹو، جب کہ تم خود اس حالت سے دوچار رہے ہو۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی اس عظیم تر نعمت کی تحدیث اور چرچا کرو جو بہ صورت ملتِ مستقلہ آپ کو دی گئی، جس کے لیے آپ کوشاں اور ساعی و داعی تھے، بلکہ استقبالِ قبلہ کے بارہ میں تو اللہ نے صاف فرمایا: قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي السَّمَآءِ۔اب اس توجیہ کے تحت چونکہ شریعت حقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا تمام تر سلسلہ ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ بنا برآں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پھیلانے اور رواج دینے کا حکم دے دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ہی اس نعمتِ جلیلہ کی نشر و اشاعت، ترویج و تبلیغ کا ذریعہ اور سنگِ بنیاد ہے۔ بہ الفاظ دیگر آیتِ کریمہ:......وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کی تکمیل اور تعمیل ہے۔

پھر تحدیث نعمت کی یہ مہم جن وسیع اور مستحکم بنیادوں پر استوار ہو کر چلائی گئی ہے اور ظاہری ذرائع و وسائل کے فقدان یا قلت کے باوجود اس نعمت کا جو چرچا ہوا ہے، ہو رہا ہے، ہوتا رہے گا، یہ سب باتیں انسانی سعی و کوشش کی سطح سے بالاتر ہیں اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کی عملی تشریح ہے۔

ابتداء اسلام میں خود پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام نے اس دین قیم کے پھیلانے میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، نیز زمانہ مابعد میں اس نعمتِ جلیلہ کا بحر ذخار جس وسیع اور ہمہ گیر پیمانہ پر اطراف عالم پھیلتا چلا گیا ہے، وہ سب باتیں واضح ہیں۔غرض یہ کہ امتِ مسلمہ کے اسلاف اور اخلاف میں حدیث نبوی کی روایت بھی جاری رہی اور درایت بھی۔درس و تدریس کا کام بھی ہوتا رہا اور قضاء و فتویٰ کا بھی۔تصنیف و تالیف بھی ہوتی رہی اور حفظ و نگہداشت بھی۔اگر عہد رسالت میں حضرات صحابہ، اصحاب صفہ نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو یاد کرنے اور مشکوٰۃ نبوت سے صحیح طور پر سمجھنے کے لیے مدرسہ و مکتب کی بنیاد قائم کی تھی تو یہ سلسلہ بھی بحمد اللہ قیامِ قیامت تک جاری رہے گا......''ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما''

تاریخ اسلام کے قرون شہود لہا بالخیر اور ماضی بعید کے زریں ادوار سے قطع نظر کر کے ماضی قریب ہی کو لے لیا جائے جبکہ مذہب اسلام کو ہندوستان میں بھی سیاسی عروج حاصل ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ یہاں حدیثِ رسول پہنچ کر رواج پذیر ہوتی چلی گئی اور رفتہ رفتہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کار اکابر نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا، جو شرع محمدی اور حدیثِ نبوی کے پھیلانے کا ایک زبردست عالمی مرکز ہے اور اس وقت تمام ممالک اسلامیہ کے علاوہ خود ہندوستان و پاکستان میں اس کی ذیلی شاخیں اور علمی مراکز کارفرما ہیں۔جو دفاعِ دین اور موضوع مضمون تحدیثِ نعمت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جن میں سے پاکستان کے چیدہ چیدہ اور بلند علمی مدارس حسب ذیل ہیں:

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مدرسہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی، دارالعلوم کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان، قاسم

العلوم ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ مدینہ لاہور۔ مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی، دارالعلوم سرحد پشاور، جامعہ اشرفیہ پشاور وغیرہ۔

لفظ حدیث کا اصطلاحی معنی:......حدیث کے اصطلاحی معنی یعنی فنی تعریف وتحدید میں اس حد تک تو اتفاق ہے کہ، الحدیث اقوال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وافعالہ واحوالہ۔ افعال میں تقریر اور بعض قسم کے وہ تُروک بھی داخل ہیں جن کی تفصیل امام شاطبیؒ سے منقول ہے(۲)۔البتہ احوال کے معنی مراد میں علماء حدیث اور علماء اصول فقہ کی دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ چونکہ علم اصولِ فقہ کی تعریف ہی "ان علم اصول الفقہ علم یبحث فیہ عن اثبات الادلۃ للاحکام فموضوعہ علی المختار ہوالادلۃ والاحکام جمیعا" ہے اور حکم کا معنی یہاں پر:...... خطاب اللّٰہ المتعلق بافعال المکلفین اقتضاءً او تخبیراً او وضعاً۔ ہے۔اس بناء پر علماء اصول فقہ کا مطمحِ نظر انسان کے اختیاری اور ارادی افعال ہیں، جس کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کے غیر اختیاری حالات اور کوائف مثلاً ولادت، رضاعت، طفولیت، حلیہ وشمائل، شکل وشباہت، مرض، وفات کے احوال وکیفیات ان کی اصطلاح کی رو سے حدیث کی تعریف سے خارج ہیں۔اس کے برخلاف علماءِ فنِ حدیث کے یہاں چونکہ احوال میں اختیار وارادہ کی کوئی قید نہیں ہے، اس وجہ سے ان کی اصطلاح کے تحت درج بالا تمام حالات ومتعلقات پر مشتمل وہ روایات و احادیث بلکہ آثار واخبار تک حدیث میں داخل ہیں جن کا سرچشمہ کسی بھی طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ینبوع کمالات ہو اور یہی وجہ ہے کہ سیرتِ مقدسہ کو علم حدیث کے آٹھ عظیم الشان حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا گیا ہے اور کتبِ حدیث میں سے جامع وہ کتاب ہوتی ہے جس میں ذیل کی آٹھ باتوں میں سے ہر ایک کے متعلق روایات کافی اور معتدبہ مقدار میں مروی ہوں:

سیر آداب و تغیر و عقائد
فتن احکام و شرائط و مناقب

چنانچہ کتب احادیث سے متعلق ضابطہ کے تحت عام طور پر صحیح مسلم کو بھی جامع نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں تفسیر سے متعلق احادیث کم اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگرچہ ان چند روایات کی وجہ سے صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی سندِ حدیث متصل کرنے کی خاطر اپنا جو محیر العقول کارنامہ ذیل کے تین شعروں میں بیان کیا ہے اس میں انہوں نے صحیح مسلم کو جامع مسلم کے نام سے یاد کیا ہے۔فرماتے ہیں:

قرأت بحمد للّٰہ جامع مسلم
بجوف دمشق الشام جوفاً لاسلام

علی ناصر الدین الامام ابن جھبل
بحضرۃ حفاظ مشاهیر اعلام
وتم بتوفیق الالہ وفضلہ
قرأۃ ضبطٍ فی ثلثۃ ایام (۳)

اور محیر العقول کارنامہ کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ صاحبِ قاموس نے پوری صحیح مسلم کو ضبط و استحکام کے ساتھ اپنے استاد ناصر الدین ابن جہبل کو صرف تین دن میں سنا کر اپنی سند متصل کر دی۔ اگرچہ اس سے زیادہ حیران کن سرعت قرأت وہ ہے جس کے متعلق علامہ زبیری فرماتے ہیں: وقرأت فی تاریخ الذھبی فی ترجمة اسماعیل بن احمد الحیری النیسا بوری الضریر مانصہ۔ وقد سمع علیہ الخطیب لبغدادی بمکة صحیح البخاری سماعہ من الکیثھی فی ثلثہ مجالس۔ قال وھذا شئ لا اعلم احداً فی زماننا یستطیعہ۔

یعنی صاحب قاموس نے تو تین دن میں پوری صحیح مسلم استاذ کو سنادی تھی، لیکن خطیب بغدادی نے اپنے نابینا استاذ اسماعیل بن احمد حیری کو پوری صحیح بخاری صرف تین نشستوں میں سنا ڈالی۔ زبیری فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس طرح کرنا کسی کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی (۴)۔

ترویج حدیث:...... میں اس بارہ میں بھی علمی سطح پر تدوین حدیث وغیرہ باتوں کی مکمل اور مفصل بحث نہیں چھیڑتا ہوں، بلکہ صرف معلوماتی انداز میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ حدیثِ رسول نے وقت گزرنے پر خود ہی ایک بحرمواج کی طرح پھیلنا شروع کر دیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ رفعِ ذکر منظور تھا اس وجہ سے اس کا سلسلہ نہایت وسیع اور طویل وعریض طور پر رواج پذیر ہوتا چلا گیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ کام عروہ ابن شہاب زہری نے کیا ہے اور انہیں کی زیادہ تر سعی وکوشش سے قرن دوم کے اوائل میں حدیث نے رواج اور فروغ پایا، جس کا باعث یہ بنا کہ اصحاب کرام کی ایک بہت بڑی تعداد غزوات میں شہید ہوئی، عمر بن عبدالعزیزؒ نے والیٔ مدینہ ابوبکر ابن حزم کے نام فرمان جاری کیا اور کہا کہ احادیث کو جمع اور محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ فرمایا: انی خفت دروس العلم وذھابہ (۵)۔ جس کے ردعمل میں احادیث کا ذخیرہ جمع اور محفوظ ہونے لگا، مکہ مکرمہ میں ابن جریج، مدینہ منورہ میں امام مالک، خراسان میں عبداللہ بن مبارک، شام میں اوزاعی، کوفہ میں سفیان، بصرہ میں حماد، یمن میں معمر، رے میں جریر۔ ان سب حضرات نے حدیث کو حفظ وروایت، درس وتدریس اور جمع وتدوین کے ذریعہ محفوظ کیا (۶)۔

یہ تو خیر زمانہ مابعد کا قصہ تھا خود عہدِ رسالت میں صحابہ کرام نے احادیث کے حفظ وروایت کا کام بڑے وسیع

پیمانے پرانجام دیا ہے۔احادیث کے مستقل روایت کرنے والے صحابہؓ کا شمار علامہ ابن عبداللہ نے تین ہزار پانچ سو بتایا ہے۔علامہ ابن جزری نے سات ہزار پانچ سو چون لکھا ہے۔بعض نے رواۃ صحابہؓ گیارہ ہزار قرار دیے ہیں،علی بن ابی زرعہ نے بلاواسطہ شرفِ سماع حاصل کرنے والے صحابہؓ کا شمار ایک لاکھ چودہ ہزار بتایا ہے۔علامہ ابن جوزی نے کتاب التلقیح میں رواۃ صحابہؓ کی جو فہرست دی ہے اس میں چند کثیر الروایت صحابہؓ کے نام اور ان کے روایت کا خاکہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے	۵۳۷۵
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے	۲۳۸۰
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے	۲۶۶۰
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے	۱۵۸۰
حضرت عبداللہ بن عمر سے	۱۴۳۰
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے	۸۴۸

اس درج بالا حفظ و روایت کے علاوہ درس و تدریس اور درایت و فقاہت کے ذریعہ بھی ترویج حدیث کی راہ میں امت مسلمہ کے اسلاف نے جس ہمت،محنت و زحمت سے کام لیا ہے،اس کی بھی ایک معمولی جھلک ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں درس حدیث دیا کرتے تھے ان کے دروس میں چار ہزار شاگرد شریک ہوئے ہیں اور چونکہ وہ مجتہدین صحابہؓ میں سے تھے۔اس وجہ سے ان کے دروس سے فقہ و اجتہاد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا ہے۔اور خاص طور پر فقہ حنفی تو عبداللہ بن مسعودؓ کی محنت کا ثمرہ اور پیداوار ہے،گویا وہ اس کھیت کے کاشت کار ہیں اور باقی حضرات اس میں یہی کچھ کام کر چکے ہیں،جو ذیل کے دو شعروں میں بیان کیا گیا ہے(۷)۔

الفقه زرع ابن مسعود و علقمه

حصاده ثم ابراهيم دواس

نعمان طا حنه يعقوب عاجنه

محمد خابز والا كل الناس

یعنی فقہ حنفی کا بیج عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا اور فصل کو پختہ ہونے کے بعد علقمہ نے کاٹا پھر ابراہیم نے اس کو روند کر دانہ صاف کیا،امام ابوحنیفہؒ نے اس کا آٹا تیار کیا،امام ابویوسف نے آٹا گوندھا،اور امام محمد نے اس سے روٹی پکائی اور لوگ کھاتے رہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بعد جب درس و تدریس کا یہ رواج چلا ہے تو بنا بہ روایت تذکرۃ الحفاظ، علی بن عاصم کے درس میں تیس ہزار سے زیادہ تلامذہ نے شرکت کی (۸)۔ یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار شاگرد شریک ہوئے۔ امام عاصم بن علی بن عاصم کے درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ لگایا گیا ہے (۹)۔ ابو مسلم خراسانی کے درسِ حدیث میں تلامذہ کے علاوہ چالیس ہزار سننے والے ہوا کرتے تھے۔ صرف کوفہ میں اس وقت چار ہزار محدث عالم بنے ہیں۔ امام مالک کے شاگردوں کا شمار اسی ہزار بتلایا گیا ہے۔ سلیمان بن حرب مامون الرشید کے استاذ حدیث تھے۔ مامون خود لکھتا تھا اور حاضرین چالیس ہزار تھے۔ امام بخاری سے نوے ہزار تلامذہ نے روایت کی ہے۔ کوفہ میں عفان بصری شیخ بخاری نے چار ماہ کے عرصہ میں پچاس ہزار احادیث لکھیں اور کہا کہ اگر چاہوں تو مزید ایک لاکھ لکھ سکتا ہوں۔

حفظ حدیث:......اس سلسلہ میں فنی اور اصطلاحی طور پر حفاظ حدیث کے کچھ درجات مقرر کیے گئے ہیں جو مشہور اور تمام شروح حدیث میں مذکور ہیں۔ چنانچہ ایک لاکھ احادیث یاد کرنے والے کو حافظ اور تین لاکھ کے حافظ کو حجت کہا جانے لگا۔ جس کو تمام احادیث مرویہ کے متون، اسناد جرح و تعدیل تاریخ، نسخ وغیرہ کل متعلقہ حالات کا حاوی علم حاصل ہو اس کو حاکم کہتے ہیں۔ اس بارہ میں محدثین کبار کے حفظِ احادیث کا ایک مختصر خاکہ بھی پیش کرتا ہوں:

علامہ زاہد کوثری کی روایت کے مطابق محمد بن اسحاق سترہ لاکھ احادیث کے حافظ تھے، ابو بکر رازی ایک لاکھ کے، ابو العباس اور مسلم تین تین لاکھ کے، ابوداود پانچ لاکھ کے، ابو زرعہ سات لاکھ سے کچھ زیادہ کے۔ امام احمد بن حنبل دس لاکھ کے یحییٰ بن معین بارہ لاکھ کے۔

مالی قربانیاں:......مشہور امام حدیث اکبر التابعین عروہ بن شہاب زہری نے تحصیل حدیث کی راہ میں اپنی کل جائداد فروخت کی اور آخر کار گھر کا شہتیر بھی فروخت کر دیا۔ تحصیل علم کی مہم سر کرنے میں ابن مبارک نے چالیس ہزار درہم۔ یحییٰ بن معین نے دس لاکھ درہم۔ علامہ ذہبی نے پندرہ لاکھ درہم، علامہ ابن رستم نے تیس لاکھ درہم، امام عبداللہ نے ستر لاکھ درہم خرچ کیے (۱۰)۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق علامہ ابن مسعود سندھی نے مقدمہ کتاب العلم میں تصریح کی ہے کہ انہوں نے طلب علم میں دو لاکھ رقم خرچ کی تھی۔ ان کے شاگرد امام محمد بن حسین شیبانیؒ کا بیان ہے کہ مجھے اپنے باپ کے ترکہ میں سے تیس ہزار درہم ملے تھے۔ جن میں سے پندرہ ہزار شعر و ادب کی تحصیل میں خرچ ہوئے۔ اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تعلیم پر۔ امام محمد کے شاگرد ہشام بن عبیداللہ رازی جو ان سے جامع کبیر کے راوی ہیں ان کے متعلق حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ انہوں نے تحصیل علم میں سات لاکھ رقم خرچ کی تھی (۱۱)۔ اسی طرح حافظ کبیر بن سنجر نے تحصیل علم پر نو

ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ علامہ ذہبی نے ڈیڑھ لاکھ درہم۔ حافظ ابوبکر جوزی نے ایک لاکھ درہم۔ حافظِ حدیث علی بن عاصم کا بیان ہے کہ آغاز طلب علم میں مجھے میرے والد نے ایک لاکھ درہم دیے اور کہا کہ اس کے عوض ایک لاکھ حدیث یاد کرنا ہوں گی (۱۲)۔ امام بخاری کے والد بہت بڑے سرمایہ دار تھے۔ امام بخاری نے وہ ساری جائیداد طلبِ حدیث میں صرف کردی۔

بدنی کلفت ومشقت:......اس بطور ''مشتے نمونہ ازخروارے'' یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی بیوہ والدہ کے زیر سایہ ترکستان، عرب، خراسان، ایران کے ایک ایک شیخ کی درسگاہ کو طلبِ حدیث کے لیے چھان ڈالا۔ محمد بن فرح اموی اندلسی نے یورپ، ایشیا، افریقہ تین براعظموں کو طلب علم کے لیے قطع کیا، اور اسپین، قرطبہ، مصرو دمشق، صنعاء یمن وغیرہ کے مدارس میں پہنچے۔ ابومحمد عبداللہ بن عینی بن حبیب اندلسی وزارت کے خانوادے سے تھے، اسپین میں علم سے فارغ ہوکر مزید طلب علم کے لیے اسکندریہ مصر پھر عراق میں داخل ہوئے اور بغداد میں مقیم رہے۔ پھر خراساں کی راہ لی، نیشاپور اور بلخ میں قیام کیا۔ پیدا اسپین میں ہوئے اور ۵۴۸ھ کو ہرات میں وفات پاکر وہاں دفن ہوئے۔ ابوقالی عراق کے شہر دیارِ بکر میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کے لیے موصل، بغداد، اسپین گئے اور ۳۵۲ھ کو وفات قرطبہ میں پائی۔ حماسہ کے مشہور شارح علامہ تبریزی نے کتابوں کا پشارہ پیٹھ پر باندھا اور ابوالعلاء المعری کی خدمت میں شام پہنچے اور پسینے سے کتابوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا ایک ایک ورق دوسرے چپک گیا تھا۔ یہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے کسبِ علوم کا جذبہ اور طلب صادق کا حال ہے جس میں موجودہ مواصلات اور ذرائع حمل ونقل کا نام و نشان نہ تھا اور اکثر مسافت پیدل طے کرنا پڑتی تھی (۱۳)۔

علم الحدیث:......عنوان مضمون کے اس جز دوم کے تحت بھی میں اس وقت صرف علم الحدیث کی مبادی اور چند ذیلی فنون کا ذکر کرتا ہوں۔ علم الحدیث کی مبادی ثلثہ میں سے اس کی مشہور تعریف تو وہ ہے جو شیخ عزالدین ابن جماعہ سے منقول ہے (۱۴)، جس کو سیوطی وغیرہ سب ہی محدثین نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:...... علم الحدیث علم بقوانین یعرف به احوال السند والمتن۔ سند حدیث راویوں کے اس مجموعے کا نام ہے، جس کے ذریعہ کسی کو حدیث پہنچتی ہے اور متنِ حدیث، اختتام سند پر حدیث یا اثر، سنت یا خبر کے الفاظ کو کہتے ہیں۔ علم حدیث کے غرض و غایت کے متعلق بھی ابن جماعہ کے الفاظ یہ ہیں: وغایة معرفة الصحیح من غیر۔ موضوع علمِ حدیث، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور بعض دیگر محدثین نے ذات الرسول صلی اللہ علیه وسلم من حیث انه رسول ونبی قرار دیا ہے۔ اور جیسا کہ علامہ سعدالدین تفتازانی (۱۵)، جلال الدین دوانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ہر علم وفن بے شمار قواعد کلیہ اور مسائل جزویہ کا مجموعہ ہوتا ہے جن کو بہ جہت وحدت ہی ایک فن اور علم قرار دیا جاتا ہے۔ گویا فن

کے تمام مسائل کسی واحد موضوع اور ایک ہی جہت وحدت کے محور پر گھومتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسئلہ فن کا موضوع براہ راست فن کا موضوع نہ ہوتو اس کو بھی مقررہ عنوان پر لایا جاسکتا ہے۔اسی طرح علم حدیث بھی بہت سے علوم وفنون کا منبع اور سرچشمہ ہوتے ہوئے مقررہ جہت وحدت کے لحاظ سے ایک علم کہلایا جاسکتا ہے، حالانکہ اس فن لطیف سے بہت ہی علوم وابستہ یا بہ الفاظ دیگر یہ علم علوم کے ایک کثیر عدد پر حاوی ہے جو کسی نہ کسی درجہ میں وہ علم حدیث ہی کی ایک شاخ ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی نے علم التفسیر کے بارہ میں اسّی عدد(۸۰) علوم مستنبطہ کا ذکر فرمایا ہے(۱۶)۔اسی طرح علم حدیث کے ذیلی علوم میں سے بھی کم از کم ۵۵ علوم کو مدون کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک کا علامہ حازمی نے ذیل میں ذکر کیا ہے:

علم اسماء الرجال، علم اصول الحدیث، علم الروایت، علم الدرایت، علم تدوین الحدیث، علم الناسخ والمنسوخ، علم النظر فی الاسناد، علم کیفیت الروایت، علم حفظ الحدیث، علم المؤتلف والمختلف، علم طبقات الحدیث، علم غریب الحدیث، علم الجرح والتعدیل، علم طرق الحدیث، علم الموضوعات، علم علل الحدیث، علم تصحیف الاسماء، علم الوحدان، علم روایۃ الآباء عن الابناء، علم روایۃ الصحابہ عن التابعین، علم موضح الاوھام، علم الجمع والتفریق، علم اسباب ورود الحدیث۔

اس موقع پر تمام مذکورہ بالا علوم کی تفصیلات وتشریحات نہ تو ممکن ہے اور نہ مقصود، جن میں سے بعض کو علامہ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں بیان فرمایا ہے۔البتہ علم اسماء الرجال کے بارہ میں ایک تو انگریز محقق ڈاکٹر اسپرنگر کے اس مشہور نوٹ پر قارئین کی توجہ مبذول کروار ہا ہوں جو اس نے اپنی کتاب انگریزی مقدمہ اصابہ میں لکھا ہے کہ مسلمان قوم نے علم اسماء الرجال کے ذریعہ پانچ لاکھ آدمیوں کے حالات قلمبند کر کے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی ترقی یافتہ مذہب میں نہیں ملتی ہے اور مذہب اسلام کی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت ہے۔

نیز علم اسماء الرجال کے ذریعہ مسلمان قوم نے جس سیاسی انتظام واستحکام اور تحقیق وتجسس کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ بھی نہایت قابلِ غور ہے، جس کے سلسلہ میں ذیل کے تین واقعات بطور نمونہ عرض کرتا ہوں:

۱۔عبداللہ حاکم سے ایک شخص نے حدیث بیان کی، انہوں نے پوچھا کہ کس سے روایت کرتے ہو؟ جواب دیا کہ فلاں (عبد بن حمید) سے فلاں سن میں۔اس پر حاکم موصوف نے شاگردوں سے کہا کہ دیکھو یہ شخص عبد بن حمید کے مرنے کے سات سال بعد اس سے روایت کرتا ہے۔

۲۔خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس مضمون کی دستاویز پیش کی کہ یہود خیبر کو جزیہ دینے اور بیگار کرنے سے معاف کردیا گیا تھا۔خلیفہ نے محدثین وقت سے تحقیق کرائی اور دستاویز کو جن وجوہات سے جعلی قرار دیا گیا ہے، ان باتوں کا تعلق علم اسماء الرجال سے ہے۔ ایک یہ کہ اس

میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی گواہی درج تھی، حالانکہ وہ غزوۂ خیبر سے قبل غزوۂ خندق میں وفات پا چکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ دستاویز کا کاتب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا تھا جب کہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

۳۔اس علم کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ ایک واقعہ پیش آیا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں عبدالکریم وضاع احادیث کا جرم (وضع احادیث) جب ثابت ہوا اور خلیفہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ ان چار ہزار احادیث کا تم کیا کرو گے جو میں نے بنا بنا کر اطراف عالم میں پھیلا دی ہیں؟ اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن مبارک اور فزاری ایک ایک حرف کر کے لوگوں کو بتا دیں گے (۱۷)۔

مضمون کے آخر میں یہ عرض کرنا شاید بے جا نہ ہو کہ علوم شرعیہ میں علم حدیث کی حیثیت کسی عمارت کی خشتِ اولین اور سنگِ بنیاد کی ہے اور اگر چہ اَدِلۂ شرع میں سب سے مقدم اور معظم تو کتاب اللہ ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کا صحیح اور قابلِ عمل فہم و سمجھ، منطوق و مفہوم، تاویل و تفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو حدیث اور علم الحدیث کی راہنمائی میں ہو۔ گویا یہاں دانشورانِ یورپ اور حکماء یونان سے ذاتی نتائج فکر اور خود ساختہ تفسیر و تشریح کا کوئی وزن نہیں ہے۔

بہ نیم جو نہ خرم علم و حکمت یونان
چو پیش من زعلوم محمد عربی ہست

بلکہ قرآن کریم کا معنی بیان کرنا قرآن والے کے ذمہ لگا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بعثین للناس مانزل الیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة۔ اندریں حالات علم حدیث ہی تمام دینی اور مذہبی علوم کا سرچشمہ و سرتاج اور منبع و مرجع ہے۔ اور جو علم و فن کہ حدیث کی روشنی میں یا اس کے خادم اور آلہ کی حیثیت سے ترتیب و تدوین پا گیا ہے۔ وہ تو بیشک علم و فن کہلانے کا مستحق ہے، مگر جس علم کو اس جوہر عزیز اور متاعِ گرانمایہ سے براہِ راست یا بالواسطہ کوئی سروکار نہ ہو وہ حقیقتاً علم نہیں ہے۔ وحق ما قیل

العلم ماقیل فیه حدثنا
وماسوی ذاك وسواس الشیاطین

حوالہ جات:......(۱) مقدمہ فتح الملہم، ص ا۔ (۲) مقدمہ فتح الملہم ص ۴۵۔ (۳) تاج العروس ج اص ۱۴۔ (۴) تاج العروس ج اص ۱۴۔ (۵) فیض الباری ج ا۔ (۶) فیض الباری ج ا۔ (۷) ردمختار ص ۵۰۔ (۸) تذکرہ ص ۲۹۲۔ (۹) تذکرہ ۳۶۴۔ (۱۰) تاریخ حدیث عبدالکریم (۱۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۳۵۵ (۱۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۸۹ (۱۳) حضرۃ الاستاذ علامہ شمس الحق افغانی بحوالہ الرشید۔ (۱۴) فتح الملہم ص ۲۔ (۱۵) مطول ص ۲۳۔ (۱۶) اتقان ج اص ۷۔ (۱۷) تاریخ حدیث عبدالکریم ص ۱۰۷